نور جہاں: ایک اجمالی تعارف

QUEEN NUR JAHAN: A BRIEF INTRODUCTION

انجم طاہرہ*، ڈاکٹر اقصہ ساجد**

Abstract:

Noor Jahan (d: 1055/1645) is he most favourite empress of king Jahangir. She was appericiated and supported by her parents and husband. She had a brilliant role in politics, economics especially cutural development of Hindustan as she loved fine Arts, Architecture, gardening, dress designing, hunting, shooting and innovations in jewllery. Noor Jahan enjoyed the height of power when she was surrounded by loyal men in which included her family members also.She died in 1645AD, after 18 years of Jahangir,s death. Her tomb lies in Shahdara, lahore. This writeup narrates a brief view on some prominent phases of this brave empress.

Key Words: Noor Jahan, Jahangir, An empowered Lady, qualities of Noor Jahan.

نور جہاں ملکۂ ہندوستان کا سال ولادت ۱۵۷۷ء اور تاریخ وفات ۲۹ شوال ۱۰۵۵ھ (۱۷ دسمبر ۱۶۴۵ء ہے۔[۱] اس کے دادا محمد شریف تہرانی حاکم خراسان محمد خاں تکلو (۹۱۹۔۹۵۵ھ ۱۵۱۴۔۱۵۷۶ء) کے وزیر تھے، ان کا خاندان علم و فضل اور شعر و ادب میں نہایت معروف تھا۔ امین احمد رازی مولف تذکرہ ہفت اقلیم انہی کے خاندان میں سے تھے۔ محمد خاں تکلو کی وفات کے بعد انہیں شاہ طہماسپ صفوی (۹۳۰۔۹۸۴ھ) نے اپنا وزیر بنایا۔ نور جہاں کے نانا میرزا علاء الدولہ پسر آقا ملّا بھی علم و فضل میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ خواجہ محمد شریف کی وفات سال ۱۵۷۵ء میں ہوئی۔ اس کے بعد ان کے بیٹے میرزا غیاث بیگ (نور جہاں کے والد) حاسدینِ دربار کی شکایات کے سبب ہندوستان ہجرت پر مجبور ہو گئے، اور جہانگیر (۱۵۶۹۔۱۶۲۷ء) کی تخت نشینی کے بعد اعتماد الدولہ کے لقب سے

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ فارسی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

وزارت کے عہدے پر فائز ہوئے۔ نور جہاں کی والدہ کا نام عصمت النساء بیگم تھا جو آقا ملا طہرانی کی بیٹی تھیں۔[۲]

نور جہان ہندوستان کی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور داستانی ادب میں اپنے حسن و جمال[۳] ذہانت و فطانت، دلیری شجاعت اور غیر معمولی معاملہ فہمی کی بناپر ایک اچھوتے اور لازوال کردار کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ متنوع صلاحیتوں کی حامل اس کی شخصیت پیدائش سے وفات تک سحر انگیز اور دلچسپ واقعات و عجائبات کا مرقع نظر آتی ہے۔[۴] ایک حکایت خاصی معروف ہے کہ سفر ہند کے دوران راستے کی صعوبتوں اور مصیبتوں کی گھڑی میں قندھار کے صحرا میں نور جہاں کی پیدائش ہوئی اور اس کے والدین اس کو تن تنہا توکل بہ خدا چھوڑ کر آگے چل پڑے، جبکہ مرزا محمد ہادی دیباچہ نگار توزک جہانگیری، معتمد خاں مولف اقبال نامۂ جہانگیری، عبدالحمید لاہوری، محمد صالح کنبو اور دیگر ہم عصر مورخین اس بارے میں مکمل خاموش ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے سابقہ شوہر علی قلی خاں ملقب بہ شیر افگن کا قتل بھی محض نور جہاں سے شادی کی غرض سے تاریخی قرائن سے محل نظر ہے۔[5]

لوازم سلطنت میں دخیل، بلند اقبال کی مالک نور جہان تاریخ ہندوستان بلکہ جنوبی ایشیا کی ایک مضبوط ترین، باصلاحیت اور مستحکم قوت ارادی کی مالک خاتون شمار ہوتی ہیں۔[۶] ان کا اصل نام مہر النسا بیگم تھا مگر کبھی مہرن کبھی نور محل اور کبھی نور جہاں[۷] اور کبھی نور النساء[۸] کے نام سے کے نام سے ہندوستان میں جانی گئی۔ نور جہان کے لقب سے ملکہ ہندوستان کی حیثیت میں ایک نرالی آن بان اور سج دھج سے جہانگیر بادشاہ ہند (۱۵۶۹۔۱۶۲۷ء) کی نور نظر بنی۔ ایک ہنگامہ خیز، بھرپور اور حاکمانہ زندگی گزاری۔ سفر و حضر میں جتنی شان و شوکت اور لوازم سلطنت سے آراستہ تزک و احتشام اس خاتون ملکہ کو ملا اور جتنی شہرت اس کے حصے میں آئی وہ کسی اور کا نصیب نہ بنی۔ اس کے نام کے سکے ڈھالے گئے تھے۔[۹]

اردو اور فارسی ادب کی تاریخ میں جہانگیر اور نور جہاں کی محبت کے بیان کی سچائی، گہرائی، دلفریبی اور دلنشینی میں کوئی شک نہیں لیکن اس میں حقیقت کے ساتھ ساتھ کچھ اضافی حصہ ہمارے مورخین و مصنفین کا بھی ہے۔ نور جہاں بیگم اور جہانگیر بادشاہ کی محبت کی داستان سے کئی دفتر بھرے پڑے ہیں اور اسے افسانوی رنگ میں داستانوں کی زینت بھی بنایا گیا۔ کئی کہانیاں گھڑی گئی جن کی تائید و تردید میں بھی بہت کچھ لکھا گیا مثال کے طور افسانوی رنگ میں لکھی گئی چند کتب کے نام یہ ہیں: بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی، جلد دوم (مذکورہ باب)؛ امجد علی اشہری نے اپنی کتاب ”نور جہاں پادشاہ بیگم کی سوانح عمری“ میں احوال سفر میرزا غیاث بیگ، سفر کی صعوبتوں، نور جہاں کی پیدائش، والدین کا بامر مجبوری اس کو راہ میں چھوڑ دینا وغیرہ احوال موثر لیکن افسانوی رنگ میں لکھے ہیں تھامس مور کی Lala Rookh؛ نامعلوم مولف کی مہر النساء، سنہ ندارد؛ اندو سندر سین کی؛

The Twentieth Wife اور تذکرۃ الخواتین وغیرہ۔ نور جہاں حکومت اور سیاست میں فعال اور بھرپور رہی، کیونکہ وہ اپنے خون میں دربارداری اور شاہانہ فطرت لے کر پیدا ہوئی تھی اور جہانگیر نے وارفتگی اور وفورِ محبت میں انتظام و انصرام مملکت نور جہان کے ہاتھ میں تھما دیا تھا اور وہ ریاست کے اہم سیاسی و معاشی امور کے فرامین لکھوانے، کنووں، سرائے، محلات، مقابر اور دیگر تعمیرات، باغات لگانے، جشن کا اہتمام غرض سب معاملات میں دخیل تھی۔ جہانگیر کا کہنا ہے :

''جب تک نور جہاں میرے عقد میں نہ آئی تھی، میں نے شادی کے مفہوم ہی کو نہ سمجھا تھا۔ زیور، وضع قطع اور تزئین و آرائش کی چیزیں جو برصغیر میں مروج ہیں اکثر اس کی اختراع ہیں۔ مثلاً دودامنی، پنج تولیہ، بادلہ، فرش، چاندنی، کناری اور دلہا اور دلہن کے مکمل ملبوسات، عطر جہانگیری وغیرہ۔ شہنشاہ جہانگیر اس کا اس قدر شیفتہ و والہ تھا کہ حقیقت میں جہانگیر کے نام پر اسی کی فرمانروائی تھی۔ جہانگیر اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے سلطنت نور جہاں کو بخش دی ہے مجھے تو ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے علاوہ کچھ اور نہیں چاہیے۔ ''[۱۰]

جس قدر زیادہ اقسام کے سنگھار اور عطریات نور جہان بیگم کے زمانے میں خواتین اور مردوں میں رائج ہوئے اس کی مثال نہیں ملتی۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

''زنانہ لباس اور زیور اور آرایش کے متعلق نور جہاں بیگم نے جو جو اختراعات کئے، تہذیب و تمدن قیامت تک اوس کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، ہندووں کا کیا ذکر ہے۔ مسلمانوں میں بھی نور جہاں سے پہلے زیورات بھدے اور ناموزوں ہوتے تھے۔۔۔آج دہلی اور لکھنؤ کی بیگمات کے لباس اور وضع کی تمام تراش خراش سب نور جہاں کے عہد کی یادگاریں ہیں جن میں خفیف تغیرات ہوتے گئے۔ ''[11]

نور جہاں کی فیشن میں اختراعات، تزک و احتشام سے جشن کا اہتمام، ہاتھیوں پر زربفت جھولیں ڈالنا، قیمتی موتیوں اور یاقوت سے چق تیار کرنے کے دلچسپ واقعات کی تفصیل سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب ''ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے'' میں معتبر روایات کے ساتھ مفصل بیان کی ہے۔[۱۲]

اس میں کوئی شک نہیں کہ نور جہاں بادشاہ کے مزاج پر حاوی ہوگئی تھی لیکن اس کے باوجود جہانگیر انصاف میں بے لاگ تھا۔ اس سلسلہ میں نور جہاں کے ہاتھوں مقتول ایک آدمی کے ورثا کو قصاص دینے کا معاملہ بہت معروف ہے۔[۱۳]

کتب تواریخ میں نور جہاں کی فیاضی اور سخاوت کا چرچا پرزور اور بھرپور کیا گیا ہے جس میں بیواؤں اور

مسکین ویتیم کا خیال رکھنا بطور خاص شامل ہے۔

جہاں تک تعلق ہے شوق تعمیرات کا، تو اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ کے مقبرے کی تعمیر میں نور جہان کی ہنر پسندی جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ تاج محل کی خوبصورتی، تزئین و آرایش اور عالی درجہ طرز تعمیر کے بعد دوسری حسین ترین عمارت اعتماد الدولہ کا مقبرہ ہی ہے۔ ہے۔ اس کے علاوہ کنویں، سرائے، باولیاں، مسافر خانے، باغات ان کی یادگار کے طور پر تاریخ تعمیرات کا اہم حصہ رہے ہیں۔ اس نے ایک باغ صفا پور کشمیر میں اور ایک باغ نور افشاں کشمیر میں لگوایا جس کے درمیان میں ایک تالاب بنوایا گیا۔ اس باغ کے شمال میں ایک پہاڑ درختوں سے بھرپور ہے۔ یہاں کا موسم خزاں بھی انتہائی دلکش معلوم ہوتا تھا۔[۱۴] اور لاہور میں راوی کے کنارے باغ دلکشا بھی اس بیگم کا لگوایا ہوا ہے۔ جس کے اندر جہانگیر اور آصف جاہ کی قبر ہے۔ باغ دلکشا کو بعد میں مقبرہ جہانگیر بھی کہا جانے لگا جو آج تک انہی دونوں ناموں سے معروف ہے۔ نور جہاں نے باغ کی چار دیواری کے باہر اپنا رہائشی محل تعمیر کروایا۔ اس کے چاروں طرف طرف چار باغ بنوائے جن کا طول و عرض سو سو گز تھا۔ یہ باغ چار چمن کہلایا۔ نور جہاں اس محل میں اٹھارہ سال قیام پذیر رہی اور پھر اس سے متصل اپنے تیار کردہ مقبرہ میں دائمی سکون کی آغوش میں چلی گئی۔

اس وقت کے ادبی ماحول کے تناظر میں نور جہان کے شعری ذوق اور بدیہہ گوئی کی کئی دلچسپ مثالیں ملتی ہیں۔ تذکرہ مراۃ الخیال، ید بیضا، کلمات الشعرا، منتخب اللباب، ماثر الامرا کے مصنف نور جہان بیگم کی بدیہہ گوئی کی تعریف میں مثالیں دیتے ہیں جو اس کی بذلہ سنجی پر بھی دلیل ہیں۔ شاعری میں وہ مخفی اور نور تخلص کرتی تھیں۔[۱۵]

ہلال عید دیکھنے پر جہانگیر اور نور جہاں کا برجستہ شعر کہنا :

جہانگیر: ہلال عید بہ دور افق ھویدا شد

نور جہان: کلید میکدہ گم گشتہ بود، پیدا شد[۱۶]

ایک بار نور جہاں نے جہانگیر بادشاہ کی خلعت شاہی پر لگے سرخ یاقوت بٹنوں کے لیے کیا خوب قطعہ پڑھا جس کی انگریزی ترجمانی کچھ یوں ہے :

"That is not a ruby, that fastens your vest
It is a drop of my blood that lies on your breast.(Harold Lamb , Nur Mahal, Doubleday, Doran & Company, Inc. Garden City, N.X. 1932/1935 (p: 316)

شعر فارسی:

ترا نہ تکمہ لعل است بر لباس حریر
شدہ است قطرہ خون منت گریبان گیر(۱۷)

اس کے علاوہ نور جہاں کی بدیہہ گوئی کی مثالیں کتب تاریخ اور اور تذکروں میں جا بجا ملتی ہیں۔ مثلاً مفتاح التواریخ، سر ویلیم بیل، مراۃ الخیال مولفہ شیر علی خاں لودھی، ماثر الامرا، وغیرہ اہم ہیں۔

قدرت نے اس کو تیز فہم وفراست اور دانش وراثت میں عطا کی تھی، اس پر باریک بیں نظر اور ہمہ گیر ذہن اور معقول سوجھ بوجھ فطری صلاحیتوں کو تعلیم نے اور زیادہ روشن کر دیا تھا۔(۱۸) تھکا دینے والے ملکی امور میں بھی وہ جہانگیر کی تفریح طبع اور تسکین قلب ونظر کی خاطر کشمیر کی حسین و سرسبز وادیوں میں جشن کا اہتمام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ ایسی ہی محافل کا ذکر شاعری میں بھی ہے۔ کشمیر کی حسین جھیل ڈل اور دیگر مقامات کا نظارہ اور دیگر مجالس کا ذکر ملتا ہے۔ جون ۱۹۰۳ء میں میاں محمد شاہ دین نے شالا مار باغ میں موجود ڈل جھیل کے حسن کو یاد ماضی کی شاندار محافل کے آئینہ میں دیکھا ہے اور شاعر کہیں کہیں محزون و بے کل دکھائی دیتا ہے۔

نور جہاں جو حسن میں پتلی تھی نور کی
اور قد میں جیسے سرو لب جوئبار ہو
آکر یہاں جماتی تھی وہ دلفریب رنگ
قربان جس پہ جان سے سو لالہ زار ہو
اور آنا اس کے ساتھ شہ مے پرست کا
جس کی نگہ سے چشم طرب میں خمار ہو
سامان عیش اور وہ عشرت کی محفلیں
وہ راتیں جن پہ روزِ درخشاں نثار ہو
کہہ دو تمھی کہ جس نے گزارے ہوں ایسے دن
اب کیوں نہ ان کی یاد میں وہ دلفگار ہو(18)

ایسی ایک محفل کا آنکھوں دیکھا حال پروفیسر علم الدین سالک نے ایک بیاض کے اشعار کے حوالے سے مفصل بیان کیا ہے۔ یہ بیاض انہیں سفر کشمیر کے دوران ایک باذوق شاعر خواجہ حیرت پاندانی کے کتابخانے سے ملی جس میں نور جہاں کی سرپرستی میں جھیل ڈل کے کنارے منعقد کی جانے والی ایک دعوت کا ذکر کیا ہے جو شاہزادہ خرم

کے زیر اہتمام باغ فرح بخش کے تیار ہونے پر سنگ موسی کی بارہ دری میں منعقد کی گئی۔اس میں نور جہاں کی طرف سے مغنیوں نے چند نغمے گائے۔جو باغ کی تعریف اور بادشاہ کی مدح میں تھے۔ان کے ٹیپ کا شعر یہ تھا:

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

یہ نغمے مختلف نازک اندام، سیمیں تن، گل اندام مہر لقاؤں نے دل کے تاروں سے گائے۔ان میں کشمیر اور شالامار باغ کی تعریف جس انداز میں کی گئی اس سے محفل نقش حیرت بن کر رہ گئی۔علم الدین سالک نے بیاض میں سے ان اشعار کا ایک مختصر انتخاب بیان کیا ہے۔یہاں محض چند شعر نقل ہیں:

زہی کشمیر و باغ شالامارش ہوای سر و و شمشاد و چنارش
چمیدن ھای موج آب صافی جہیدن ہای برق آبشارش
روانی ھای چشم چشمہ او شگرفی ہای جوی آبشارش

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است (۱۹)

تھامس مور (Thomas Moor) اپنے شہرۂ آفاق انگریزی ناول "لالہ رخ" میں داستان نور محل کی ذیل میں یہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح جہانگیر کی اداس طبیعت کشمیر کی وادیوں میں نور جہاں کی معیت میں کھل اٹھتی ہے۔اس ناول کا اردو ترجمہ بہ قلم لطیف احمد نے کیا ہے جو بجائے خود بہت ادبی اہمیت کا حامل ہے:

> "جہانگیر کو جب شوکت و حکومت اور تفاخرِ فتوحات خوش نہ کر سکتے تو وہ ان اشیائے نمود و نمائش سے بھاگ کر کشمیر کی سرزمین میں تسکین و سکون تلاش کرتا، اور کوئی شک نہیں کہ وہ کشمیر کی فضا میں نور محل کی معیت سے اپنے مدعا و مقصود کو پالیتا تھا۔وہ دولت و عظمت کو فراموش کر کے اپنی ملکۂ محبوبہ " نور جہاں " کو ساتھ لے کر جھیل کے کنارے گلگشت کیا کرتا اور ان منتشر پھولوں میں جنھیں نور محل چلتے چلتے توڑ لیتی اور گیسووں میں لگا لیا کرتی تھی، وہ شان دلفریبی دیکھتا جو اسے اپنے تاج رنگین میں بھی نظر نہ آتی تھی۔اور نور محل کی سیاہ زلف کا ایک حلقہ ساچھلاّ جو اس کی بلوریں گردن پر قائم ہو جاتا، جہانگیر کی نگاہوں میں ساری دنیا کی حکومت سے زیادہ عزیز و قیمتی نظر آتا۔" (۲۰)

اس کے بعد تھامس مور کشمیر کے شالامار باغ میں منعقدہ ایسی ہی کسی محفل کا حال نہایت خوبصورتی سے بیان کرتا ہے:

Every thing young, every thing fair
From east and west is blushing there,
Except, except, O Noor Mahal!
...
The board was spread with fruits and wind
With grapes of gold like, like those that shine,
On Caspines hills; pomegranates full
of melting sweetness and the pears
and sunniest apples that Cabul
In all its thousands gardens bears
Plaintains, the golden and the green,
Malaya's neetar'd mangusteen;
Prunes of Bukhara, and sweet nuts
From the far groves of Samarcand,
and Basra dates, and apricots,
Seed of the sun, from the Iran's land(21)

ترجمہ: الغرض ربع مسکون کا منتخب نمونہ حسن وشباب، شالامار کے لیے وجہ زینت وافتخار بنا ہوا ہے، لیکن حیف، نور محل، وہ ملکۂ جمال جس کے ضیائے تبسم سے دنیا کی روشنیوں میں نور اور جس کی رعنائی سے عالم کے حسینوں میں شانِ دلربائی قائم ہے، نہیں ہے۔۔۔ باغ میں جابجا چوکیاں بچھادی گئی ہیں اور کشمیر کی ریشمی چادروں سے ڈھکی ہوئی ہیں جن پر نظر فریب فواکہ ومشروبات بکثرت موجود ہیں۔ تاکستان قزوین چمپئی انگور، سمرقند کے سرخ انار، جن کو فشار دینا ایسا ہے گویا کسی سیال شے کا نچوڑ لینا۔ کشمیر کی ناشپاتیاں، کابل کے سرخ سیب، بخارا کے پُر حلاوت زردالو، سمرقندی اخروٹ، خرمائے بصرہ، ایرانی خوبانیاں خوشنما اور دلفریب برتنوں میں صندلیں کشتیوں میں رکھے ہیں۔(۲۲)

حفیظ جالندھری کی زبانی کشمیر کی اس محفل نشاط کا ذکر بھی لطف سے خالی نہ ہوگا:

مطرب آئے نے نواز آئے، مزامیر آگئے　　　نغمۂ خاموش کی بن بن کے تصویر آگئے
دفعتہً بیرون شہر کچھ اہلِ شمشیر آگئے　　　اندرونِ شہر شہنشاہِ جہانگیر آگئے

ساتھ اک پُر نور حلقہ عدل کی زنجیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

باغ کا دَر پھر کھلا بادِ بہاری آگئی   اِک ردائے سبز بہرِ پردہ داری آگئی
صد نقاب اوڑھے ہوئے پرہیز گاری آگئی   لیجیے نور جہاں کی بھی سواری آگئی

گرد جھرمٹ عقل کا تہذیب کا تدبیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا(۲۳)

جہانگیر کا کشمیر سے کابل کی طرف دوران سفر اور دریائے جہلم پار کرتے ہوئے مہابت خاں کا انھیں نظر بند کرنا، نور جہان کا مردانہ لباس میں جاسوسی کرنا، ہمراہیوں کو غیرت مندانہ کلمات سے ہمت دلانا اور بالآخر جہانگیر کو بازیاب کرانا (۲۴)، اس کے علاوہ نور جہاں کا شوق شکار (۲۵) اور چار شیروں کو چھ گولیوں سے مارنا(۲۶) جیسے واقعات بہت مشہور ہیں۔ اس کی انہی دلیرانہ صلاحیتوں کی بنا پر کسی منچلے شاعر نے یہ ذو معنی اور ایہامی شعر کہا تھا:

نور جہاں گر چہ بظاہر زن است
در صف مردان زن شیر افگن است (۲۷)

گویا ہندوستان کی تاریخ نسواں میں ایسی غیر معمولی بہادری کی تاریخ رقم کرنا بھی اس کی سوانح کا اہم واقعہ ہے جس کے بعد ایک عالیشان جشن منعقد کیا گیا اور ملکہ نور جہاں کو بادشاہ جہانگیر نے انعام واکرام سے نوازا۔

اس خاتون عالی مقام، صاحب جاہ واقتدار اور تاریخ ہند کی سترہویں صدی کے ربع اول میں اس کے کارنامے اور بہادری کی مثالیں انوکھی، اچھوتی اور لاجواب ہیں۔ اس طویل اور عدیم المثال سفر میں وہ کہیں شکست خوردہ، جھکی ہوئی نظر نہیں آتی بلکہ امور سلطنت کی انجام دہی میں اس کی انتظامی صلاحیتیں، دلیرانہ جوہر، بے لاگ اور سخت فیصلوں کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل سے زیادہ عقل کی پیروی کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ حتیٰ جہانگیر کی وفات کے بعد خطہ لاہور میں گوشہ نشینی کے فیصلے میں بھی اس کی دانشوری اور مصلحت دور اندیشی ہی جھلکتی ہے۔

نور جہاں کا وصال ۱۶۴۵ء میں ہوا یعنی وہ جہانگیر کی وفات کے بعد قریب اٹھارہ سال زندہ رہی اور اپنا قیام مقبرہ جہانگیر بادشاہ کے ساتھ بنے ہوئے محل میں قیام کیا۔ اسی بنا پر لاہور کے ساتھ اس کی وابستگی خاطر اور عقیدت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور یہ شعر بھی نور جہاں سے منسوب ہے:

لاہور را بجان برابر خریدہ ایم

جان دادہ ایم و جنت دیگر خریدہ ایم

وہ مقبرہ جہانگیر کے قریب تیار کردہ اپنے مقبرہ میں دفن ہوئی اس کی قبر کے ساتھ اس کی (اور علی قلی خاں شیر افگن کی) بیٹی لاڈلی بیگم ابدی نیند سو رہی ہے۔ مقبرہ نور جہاں شان و شکوہ کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا لیکن سکھوں کے عہد میں اس کو شدید نقصان پہنچا۔ (۲۸) اور بے چارگی کی تصویر بنی غم انگیز داستان کی صورت کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

مورخین اور شاعر مقبرہ نور جہاں کے متعلق جو کچھ لکھتے آئے ہیں اس کو پڑھ کر بے کسی و بے بسی کی تکلیف د ہ اضطرابی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ کنہیا لال مقبرے کی تفصیل بتانے کے بعد لکھتا ہے:

"واضح رہے کہ یہ مقبرہ اس عالی جاہ نور جہاں بیگم، نور محل، جہانگیر بادشاہ کی پیاری زوجہ و معشوقہ کا مقبرہ ہے جس کی حکومت ہند کی ولایت میں شرق سے غرب تک تھی اور بادشاہ برائے نام بادشاہ تھا اس کے نام کا سکہ ہر ایک نامی شہر و دارالضرب میں مسکوک ہوتا تھا۔ خزانہ، فوج، ملک سب اس کے قلم کے نیچے تھے۔ آخر انقلاب زمانہ نے اس کو شاہ جہان کی قید میں ڈالا اور آصف جاہ اس کا بھائی، جو اس کے اختیارات سے بجان تنگ آیا ہوا تھا، اس سے پھر گیا۔ اسی کی سعی سے شاہجہان کو ہند کا تخت ملا اور یہ قید میں آگئی اور قید ہی میں جاں بحق تسلیم ہوئی۔ اب اس کے مقبرے کی یہ حالت ہے جو لکھی گئی ہے۔

مسندِ اعزاز پر مسند نشین ہوتے رہے دار دنیا میں کبھی رستم، کبھی اسفندیار

ایک دم میں ان کا جب جاتا رہا وہ زور و شور کچھ نظر آیا نہ باقی ان سے جز مشتِ غبار (۲۹)

حوالہ جات

۱۔ سید حسام الدین راشدی نے تحقیق و جستجو سے نور جہان کا نسب نامہ پدری و مادری توزک جہانگیری کے اردو ترجمہ ص ۴۴۶تا۴۵۷ میں اور تحفۃ الکرام کے صفحہ ۱۳۴ پر نقل کیا ہے۔(جہانگیر، نورالدین جہانگیر، توزک جہانگیری، ترجمہ و حواشی، اعجاز الحق قدوسی، نظر ثانی، سید حسام الدین راشدی، جلد اول، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۸ء؛ علی شیر قانع ٹھٹوی، تحفۃ الکرام، تصحیح و تحشیہ: سید حسام الدین راشدی، سندی ادبی بورڈ، حیدر آباد، اکتوبر ۱۹۷۱ء

۲۔ خواجہ محمد شریف کے احوال بطور شاعر تذکرہ ریاض الشعرا کی جلد چہارم صفحہ ۲۵۰۶ پر تحریر ہیں۔

۳۔ نور جہاں کے حسن و زیبائی پر بہت سے اشعار لکھے گئے۔ شمائل نویسوں نے اس کے حسن و جمال پر بہت کچھ لکھا ہے۔ مثال کے طور پر علم الدین سالک لکھتے ہیں کہ بمبئی میں ملا فیروز دستور کی لائبریری میں ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس میں ایک شاعرہ جو غالباً مہری ہروی ہے ، کا لکھا ہوا نور جہاں کا سراپا بصورت مثنوی ہے۔مولانا علم الدین سالک، دختران ہند، ص ۲۴۰

۴۔ ملاحظہ ہوں چند کتب جو نور جہان کے متعلق افسانوی آمیزش سے بھری پڑی ہیں : بشیر الدین احمد ، واقعات دارالحکومت دہلی، جلد دوم؛ کالیخاں اکبر آبادی تاج گنجوی، تاریخی عمارات مغلیہ شاہی عرف گائڈ آگرہ، (مجموعہ رفعت سلطانہ، شمارہ: ۲۶۷۔ محمم، تا، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، ص ۱۱۲۔ ۱۳۰؛ سید امجد علی اشہری، نور جہاں بادشاہ بیگم کی سوانح عمری۔

۵۔ علی قلی بیگ استجلو کہ بخطاب شیر افگن اختصاص یافت، قطب الدین خان را کشت۔ اورا نیز بندھای پادشاہی کہ ہمراہ قطب الدین خاں بودند، بقتل رسانیدند۔) ص ۲۲۔۲۳، معتمد خاں، اقبالنامہ جہانگیری، مرتبہ: مولوی عبدالله و مولوی احمد علی، ایشیاتک سوسائٹی بنگالہ، کلکتہ، ۱۹۶۵ء، باہتمام کپتان ولیم ناسولیس صاحب؛ شیر افگن کے قتل کا مفصل قصہ ذخیرۃ الخوانین، جلد دوم کے صفحہ ۲۴۶تا۲۴۹ تحریر ہے اور اقبالنامہ جہانگیری کے صفحہ ۲۲تا۲۵ موجود ہے۔

6. No other faminine figure is so fascinating and famous in the annals of India as Noor Jahan. Her name has become the part and parcel of the name of her imperial consort, the artist Jahangir. The Life and Shujauddin, Muhammad, & Mrs Razia Shujauddin, The Life and Times of Noor Jahan, The Carvan Book House,

lahore, 1967., p: 132)

''ہندوستان کی قرون وسطی کی تاریخ میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جس کے ساتھ اتنا رومان وابستہ ہوا ہو۔''(بینی پرشاد، تاریخ جہانگیر، مترجم: رحم علی الہاشمی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔ ۱۹۸۴ء، ص ۱۷۴)

شیخ فرید بھکری لکھتے ہیں کہ حالت بیوگی میں جب نور جہاں شیر افگن کے قتل کے بعد اس کی بیوہ کی حیثیت میں جہانگیر کے محل میں حالت اسیری میں لائی جارہی تھی تو راستے میں اس کو ایک عارفہ خاتون بی بی راستی نامی کی خانقاہ کے قریب سے گذر ہوا تو اس نے اسے ملکہ ہندوستان ہونے کی بشارت دی:

''آوردہ اند کہ چون منکوحہ شیر افگن صبیۂ اعتماد الدولہ درتتہ رسید، سر راہ خانقاہ بی بی راستی نام عورتی صالح بود، بہ آواز بلند گفت کہ مہرن بیگم [مہر النساء بیگم] سہاگ نو قایم باد۔ مہرن پردہ ڈولی برداشتہ، از روی عجز گفت کہ حال من بدین منوال است کہ بیوہ گردیدہ بہ اسیری می برند۔ سہاگ از کجا خواہد شد؟ آن عارفہ گفت کہ حق تعالیٰ پادشاہ روی زمین را مطیع و مسخر تو خواہد ساخت و در تمام ھندوستان نامی بہ بزرگی خواہی برآورد و عالمی از تو بہ منفعت می رسد۔ اتفاقاً در آن نزدیکی ھا حرم محترم حضرت جنت مکانی گشت و بانی جھان و ملکۂ دوران گردید۔ نور جہان بیگم خطاب یافت و تمام ہندوستان را گلزار کردہ۔۔۔' ذخیرۃ الخوانین، جلد دوم، ص ۲۵۰)

ترجمہ: کہتے ہیں کہ جب شیر افگن کی منکوحہ اور اعتماد الدولہ کی صاحبزادی ٹھٹھہ پہنچی تو راستے میں بی بی راستی نامی ایک صالحہ اور نیک خاتون کی خانقاہ تھی۔ انہوں نے کہا: مہرن بیگم نیا سہاگ قایم رہے۔ مہرن نے ڈولی کا پردہ اٹھا کر کہا کہ ادھر تو یہ حال ہے کہ مجھے حالت بیوگی میں اسیر بنا کر لے جارہے ہیں، سہاگ کہاں رہا؟ عارفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کے بادشاہ کو تیرا مطیع بنائے گا اور پورے ہندوستان میں تیری دھوم ہوگی اور دنیا تیرے وجود سے فائدہ حاصل کرے گی۔ کچھ ہی عرصہ بعد وہ جہانگیر پادشاہ کے عقد میں آگئیں اور ملکہ دوران بن کر نور جہاں کا خطاب پایا، اور تمام ہندوستان کو اپنے وجود سے گلزار بنا ڈالا۔ ''

۷۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو اجمیر میں جہانگیر نے اسے نور محل سے نور جہان کا لقب دیا۔ (ص ۴۴۸، تو زک، نظر ثانی حسام الدین؛ اور نور محل کو نور جہاں کا خطاب ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء کو ملا نور الدین جہانگیر، توزک جہانگیری، ترجمہ: اعجاز الحق قدوسی، ص ۵۱۳)

۸۔ شیخ فرید بھکری ذخیرہ الخوانین کی جلد دوم میں خود کو نواب نور النسا بیگم یعنی نور جہاں بیگم کا دیوان سرکار لکھتا ہے:

''مسوّدِ این مجموعہ [ذخیرۃ الخوانین] شیخ فرید بھکری دیوان سرکار نواب نور النساء بیگم محل خاص حضرت جنت مکانی [جہانگیر پادشاہ] بود۔۔۔''(ص ۲۱۶، ۳۹۲)

اس کے علاوہ نور جہاں بیگم کے ذاتی کتابخانے میں موجود مرزا کامران کے دیوان کے صفحہ اول پر یہ عبارت تحریر ہے

:

"تین [سہ] مہر قیمت اموال، نواب نور النساء بیگم" (ہندوستان کے مسلمانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے، موضوع: کتب خانے از مولانا سید ابوالظفر ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۶ء، ص ۲۷۸)

۹۔ بادشاہ بہ میل وارادہ تخت وتاج را تسلیم وی نمودہ واین بیت روی سکہ ھائیکہ بنام نور جہان بیگم زدہ شدہ نقش بودہ:

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہان پادشاہ بیگم زر

(تذکرۃ الخواتین بحوالہ زنانی کہ شعر گفتہ انداز رابعہ تا پروین، تالیف کشاورز، آذر ماہ ۱۳۳۴ھ ش، چاپ کاویان، ص ۲۵۶۔۲۵۵)

اس کے علاوہ یہ سکہ:

شد چو خور زیں سکہ نورانی جہاں
آفتاب مملکت تاریخ آن

(نور محمد اکیلوی، سکوں پر اشعار، (خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۵۳۔۱۵۴)

اور یہ سکہ:

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

(سکوں پر اشعار، ص ۱۵۴؛ عبدالستار بن قاسم لاہوری، مجالس جہانگیری، بہ تصحیح: عارف نوشاہی و معین نظامی، ص ۳۳۵

Catalogue of Coins of the Lahore Muesum,166; Lahore , Its History ....p: 111)

دیگر یہ:

بحکم شاہ جہانگیر سکہ لاہور
زنام نور جہاں بادشاہ شد پر نور

(نور محمد اکیلوی، سکوں پر اشعار، ص ۱۵۴؛ عبدالستار بن قاسم لاہوری، مجالس جہانگیری، بہ تصحیح: عارف نوشاہی و معین نظامی، تعلیقات: ص ۳۳۵)

ز نام شاہ جہانگیر تا شود پر نور
فزودہ نور جہاں روی سکۂ لاہور

(سکوں پر اشعار، ص ۱۵۵؛ عبدالستار بن قاسم لاہوری، مجالس جہانگیری، بہ تصحیح: عارف نوشاہی و معین نظامی، ص ۲۱۱

جہانگیر بادشاہ نے ان سکوں کے بلحاظ قیمت مختلف نام رکھے جن میں مہر کے لیے مخصوص سکہ جو نور جہاں کے نام سے تھا اس کا نام نور جہانی رکھا۔ (مجالس جہانگیری ص ۲۱۲)

۱۰۔ محمد صالح کنبو، شاہجہاں نامہ، جلد دوم، ترتیب و تحشیہ: ڈاکٹر غلام یزدانی، ترمیم و تصحیح: ڈاکٹر وحید قریشی، ادارہ مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۳۸۱؛ ذخیرۃ الخوانین، جلد دوم، ص ۴۸۔۴۹؛ پروفیسر مولانا علم الدین سالک، دختران ہند، مولف: پروفیسر ڈاکٹر علی محمد خاں، مکتبۃ القریش، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۶)

"بادشاہ جہانگیر کہا کرتا تھا کہ جب تک وہ میرے گھر میں نہیں آئی تھی، میں گھر کی زینت اور شادی کے مفہوم کو نہیں سمجھتا تھا۔ بہت سے زیور، لباس آرائش و زیبائش کے سامان، جن کا ہندوستان میں رواج ہے، وہ اس کے اختراع اور ایجاد کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً پشواز کے لیے دودامنی، اور اوڑھنی کے لیے پنج تولیہ، بادلہ، کناری، عطر اور گلاب، جو عطر جہانگیری کے نام سے مشہور ہے، اور فرش چاندنی، یہ سب اس کے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ بادشاہ (جہانگیر) تک کو اپنا شیفتہ اور مطیع بنالیا تھا کہ جہانگیر کے پاس سوائے نام کی بادشاہت کے اور کچھ نہ رہا۔ (جہانگیر) بار بار کہتا تھا کہ میں نے سلطنت نور جہاں کو نذر کردی۔ ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے سوا مجھے کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خطبے کے علاوہ، بادشاہی کے جو لوازم ہیں، وہ سب نور جہاں عمل میں لاتی تھی۔ یہاں تک کہ جھروکے میں بیٹھ کر امرا کا مجریٰ لیتی تھی۔ اور اس کے نام کا سکہ جاری ہوا۔

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہاں پادشاہ بیگم زر

اور شاہی فرامین کا سرنامہ خط پیچیدہ [طغرا] میں اس عبارت میں لکھا جاتا تھا:

"حکم علیہ عالیہ مہد علیا نور جہان بیگم"

صمصام الدولہ شاہنواز خان، ماثر الامرا، اردو ترجمہ، محمد ایوب قادری، جلد اول، ص ۱۳۹)

فارسی عبارت:

"پادشاہ می گفت: تا او بہ خانہ من نیامد، زینت خانہ و معنی کدخدائی نفہمیدہ بودم۔ اکثر زیور و لباس و اسباب تزئین و تقطیع کہ معمول ہند است، اختراعی و ابداعیِ اوست۔ مثل دودامنی جہت پیشواز و پنج تولیہ جہت اوڑھنی و بادلہ و کناری و عطر و گلاب کہ بہ عطر جہانگیری موسوم است و فرش چاندنی ہمہ وضع اوست۔ و بہ مرتبۂ پادشاہ را شیفتہ و مطیع خود ساختہ بود کہ جز نامی از پادشاہی بہ جہانگیر نماند۔ مکرر می گفت کہ من سلطنت را بہ نور جہان پیشکش کردم۔ جز یک سیر شراب و نیم سیر گوشت دیگر ہیچ چیز نمی خواہم۔ و فی الواقع بغیر از خطبہ آنچہ لوازم فرمان روایی بود، بیگم بہ عمل می آورد۔ حتیٰ در

جھروکہ نشستہ مجرای امرامی گرفت۔ وسکہ بنام اوزدند۔ نظم:

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور

بنام نور جہان پادشاہ بیگم زر

وطغرای مناشیر باین عبارت رقم می یافت:

''حکم علیہ عالیہ مہد علیا نور جہان بیگم پادشاہ''(صمصام الدولہ شاہنواز خاں، نواب، مآثر الامرا، مرتبہ: مولوی عبدالرحیم، کلکتہ، ۱۸۸۸ء، جلد اول، ص ۱۳۳۔ ۱۳۴)

۱۱۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی (تاریخی حصہ دوم، جلد ششم، باہتمام: مولوی مسعود علی ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۵۱ء ص ۲۱۳۔ ۲۱۴ بحوالہ خوافی خاں اور دیگر معتبر مورخ)

۱۲۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۸۰ء، ص ۲۵۵۔ ۲۲۶)

۱۳: ''ایک دفعہ نور جہاں بیگم مہتابی پر ٹہل رہی تھی۔ اتفاق سے کوئی راہرو ادھر سے گذرا اور اس نے نظر اٹھا کر نور جہاں کی طرف دیکھا۔ نور جہاں نے اس کو گولی مار دی۔ جہانگیر کو خبر پہنچی، فوراً حکم دیا کہ تحقیقات کی جائے۔ جرم ثابت ہوا اور قاضی نے قصاص کا فتویٰ دیا۔ قلماقنوں کو حکم ہوا کہ محل میں جا کر نور جہاں کو پکڑ لائیں اور جلاد کے حوالے کر دیں۔ نور جہاں نے بہت کچھ روپئے کا لالچ دیا لیکن سب جہانگیر کی انصاف پسندی سے واقف تھے۔ کسی نے کچھ نہ سنی۔ بالآخر نور جہاں نے مقتول کے ورثا کو راضی کیا کہ خون بہا لے لیں۔ چنانچہ دو لاکھ روپئے خون بہا لے کر ان لوگوں نے دست برداری کی۔ اور جہانگیر سے کہہ دیا کہ ہم کو کچھ دعوی نہیں۔ جہانگیر نے کہا شاید تم لوگوں پر بیگم کی طرف سے کچھ دباؤ پڑا۔ ان لوگوں نے یقین دلایا کہ نہیں ہم نے بخوشی ایسا کیا ہے۔ جہانگیر نے رہائی کا حکم دیا۔ یہ سب ہو چکا تو محل میں گیا۔ اور عشق کی ادا دیکھو، نور جہاں کے پاوں پر گر پڑا۔ ہائے بیگم! گر ترا می کشتند چہ می کردم۔'' شبلی نعمانی، مقالات شبلی، جلد چہارم، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۶ء، ص ۱۰۸۔ ۱۰۹) تذکرہ ریاض الشعرا کے صفحہ ۵۳۴ تا ۵۳۵ پر یہ واقعہ مفصل بیان ہوا ہے۔

اسی واقعے کو شبلی نعمانی نے منظوم بھی کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

قصر شاہی میں کہ ممکن نہیں غیروں کا گذر — ایک دن نور جہاں بام پہ تھی جلوہ فگن

کوئی شامت زدہ رہ گیر ادھر آ نکلا — گرچہ تھی قصر میں ہر چار طرف سے قدغن

غیرت حسن سے بیگم نے طپنچہ مارا — خاک پر ڈھیر تھا اک کشتہ بے گور و کفن

مفتی دین سے جہانگیر نے فتویٰ پوچھا | کہ شریعت میں کسی کو نہیں جائے سخن
مفتی دین نے بے خوف و خطر صاف کہا | شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑادو گردن
لوگ دربار میں اس حکم سے تھرّااٹھے | پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن

اب نہ وہ نور جہاں ہے نہ وہ انداز غرور | نہ وہ غمزے ہیں نہ وہ عربدہ صبر شکن
خدمت شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام | خون بہا بھی تو شریعت میں ہے اک امر حسن
مفتی شرع سے پھر شاہ نے فتوی پوچھا | بولے جائز ہے ، رضامند ہوں گر بچہ و زن
وارثوں کو جو دیئے لاکھ درم بیگم نے | سب نے دربار میں کی عرض کہ اے شاہ زمن
ہمکو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص | قتل کا حکم جو رک جائے تو ہے مستحسن
ہو چکا جب کہ شہنشاہ کو پورا یہ یقین | کہ نہیں اس میں کوئی شائبہ حیلہ و فن
اٹھ کے دربار سے آہستہ چلا سوئے حرم | تھی جہاں نور جہاں معتکفِ بیت حزین
دفعتہً پانوں پہ بیگم کے گرا اور یہ کہا | تو اگر کشتہ شدی آہ چہ می کردم من

(مقالات شبلی، جلد ۴، ص ۱۸۳؛ عہد رفتہ کی سچی کہانیاں، ص ۱۳۵۔۱۳۶)

۱۴۔ حسام الدین راشدی، تذکرہ شعرائے کشمیر، بخش چہارم، کراچی: اقبال اکادمی، ۱۹۶۹ء، ص ۱۷۹۷ء

۱۵۔ تذکرۃ الخواتین، مولانا عبدالباری آسی، مطبع منشی نولکشور، س۔ن۔ ص ۲۷۲۔۲۷۹؛ مراۃ الخیال، ص ۲۷۹

۱۶۔ سرخوش، محمد افضل، کلمات الشعرا (مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہد جہانگیر)، مرتبہ: صادق علی دلاوری، (شیخ مبارک علی تاجر کتب، لاہور، ۱۹۴۲ء)، ص ۲۳؛ خلاصۃ التواریخ، ص ۴۴۹؛ مراۃ الخیال، ص ٦٦)

۱۷۔ سرخوش، محمد افضل، کلمات الشعرا (مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہد جہانگیر)، مرتبہ: صادق علی دلاوری، (شیخ مبارک علی تاجر کتب، لاہور، ۱۹۴۲ء)، ص ۲۳؛ منتخب اللباب، ص ۲۷۰؛ ماثر الامرا، جلد ۱، ص ۱۳۴؛ تذکرہ ریاض الشعرا، مرتبہ: محسن ناجی نصر آبادی، ص ۷۵۳؛ بزم تیموریہ، ص ۲۴۴)

۱۸۔ میاں محمد شاہ دین، جذبات ہمایوں، مولفہ: میاں بشیر احمد، لاہور: مرکنٹائل پریس، ص ۸۳۔۸۴

۱۹۔ پروفیسر علم الدین سالک، دختران ہند، مولف: پروفیسر ڈاکٹر علی محمد خاں، لاہور: مکتبۃ القریش، ۱۹۹۸ء، ص ۲۴۳

۲۰۔ تھامس مور، لالہ رخ، مترجم: ل۔احمد، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۲۷۰)

21. Lalla rukh, Thomas Moor, p: 73

۲۲۔ تھامس مور، لالہ رخ، مترجم: ل۔احمد، لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۶۷ء، ص ۲۸۵،۲۸۶

۲۳۔ حفیظ جالندھری، تصویر کشمیر، لاہور: دفتر مجلس اردو، ۱۹۳۷ء، ص ۴۲۔۴۳

۲۴۔ نور جہاں جہانگیر کے سفر میں برابر ساتھ رہتی، ایک موقع پر تو جہانگیر کے لیے اس کو جنگ کی سربراہی بھی کرنی پڑی ۱۰۳۵ھ میں جہانگیر کشمیر سے کابل جا رہا تھا، دریائے جہلم کو عبور کرتے وقت مہابت خاں نے سازش کی، شاہی جلوس کے اکثر امرا اور لشکری جہلم کی دوسری طرف جا چکے تھے، صرف نور جہاں جہانگیر کے ساتھ رہ گئی تھی کہ مہابت خاں نے اپنی راجپوت فوجوں کی مدد سے جہانگیر کو حراست میں لے لیا، نور جہاں نے اپنی دانشمندی اور فراست سے مہابت خاں کی نظر بچا کر دریا کے دوسرے جانب اپنے بھائی آصف خاں سے جا ملی۔ وہاں جا کر ارکان دولت کو طلب کیا، اور نہایت خشم۔گین ہو کر ان کے سامنے ایک ملامت آمیز تقریر کی کہ:

''تمہاری غفلت اور ناتجربہ کاری سے ایسی بات پیش آئی جو کسی کے تخیل میں بھی نہیں آسکتی تھی، تم اب خدا اور خدا کی مخلوق کے سامنے شرمندہ ہو، لیکن یہ شرمندگی اس وقت دور ہو سکتی ہے، کہ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کا تدارک ہونا چاہئے۔ بتاو! کیا کرنا چاہئے۔''

اس تقریر کو سن کر نور جہاں کے ہمراہیوں نے بالاتفاق مہابت خاں کی فوجوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا، نور جہاں خود بھی اپنے محبوب شوہر کو قید سے آزاد کرانے کے لیے آگے بڑھی، دریا کے پایاب راستے سے شاہی فوج نے دریا عبور کرنے کی کوشش کی۔ نور جہاں بھی شہریار کی بچی اور اس کی آتکہ کیساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر دریا میں داخل ہوئی، اس کی عماری پر دو ترکش، دو کمان اور ایک بندوق تھی، شاہی فوج دریا میں تھوڑی دور آگے بڑھی تھی کہ اس میں کئی غار ملے، جس سے فوج کا تسلسل ٹوٹ گیا، اور وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئی، مہابت خاں کے راجپوت سپاہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ساحل پر ہاتھیوں کی قطار کھڑی کر دی، اور تیروں کی بارش شروع کر دی، تفنگ کے گولے اور بان بھی برسائے گئے، لیکن پھر بھی نور جہاں کی جان نثار فوج ساحل پر پہنچ گئی۔ اور تیر وسنان کی جنگ ہونے لگی۔ فریقین کے لشکریوں کے خون سے دریا لالہ زار ہو رہا تھا۔ اسی دار و گیر میں راجپوت تیر اندازوں کا ایک تیر نور جہاں کی عماری میں شہریار کی بچی کے بازو میں جا لگا۔ عماری رنگین ہو گئی، لیکن نور جہاں نے کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہیں کی، بچی کے بازو سے تیر نکال کر زخم کو باندھ دیا، راجپوتوں نے نور جہاں کے ہاتھی اور فیل بان تلوار اور برچھے سے زخمی کرنے کی کوشش کی، جس سے ہاتھی سراسیمہ ہو کر دریا کی دوسری طرف بھاگا، جہانگیر کے لشکری اپنی جانبازی اور بہادری کے باوجود اس کو مہابت خاں کی حراست سے علیحدہ نہ کر سکے اور نور جہاں نے صورت حال کو بگڑتے دیکھا تو اپنے محبوب شوہر کی خاطر سپر ڈال دی۔ اور جہانگیر سے ملنے کے لیے اپنے کو بھی مہابت خاں کا قیدی تسلیم کر لیا، اور جب شوہر سے آملی تو اپنی غیر معمولی زیرکی، ہوشمندی اور سیاست دانی سے کام لے کر امرا کو مہابت خاں کے خلاف ابھارنے میں لگی رہی، مہابت خاں کی نگرانی میں جہانگیر کا سفر کابل جاری رہا، اثنائے سفر میں نور جہاں نے مخالف امرا کی چاپلوسی کی، لالچی امرا کو رشوت دی، بد دل امرا کی ڈھارس بندھائی۔۔۔ مہابت خاں نے محسوس کیا کہ پانسہ پلٹ چکا ہے اور خود

مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے، اس لیے وہاں جہانگیر اور نور جہاں کو چھوڑ کر تیزی سے لاہور کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے بعد نور جہاں اپنے لشکر پر حاوی ہو گئی۔(سید صباح الدین عبدالرحمٰن؛ تمدنی جلوے، ص ۲۳۳۔۲۳۴؛ اقبالنامہ جہانگیری، ص ۲۵۴۔۲۷۱؛ ذخیرۃ الخوانین، جلد دوم، ص ۵۰۔۵۹؛ نیز دیکھیے: کامی شیرازی، وقائع الزمان (فتح نامہ نور جہاں بیگم، تصحیح و مقدمہ و تلخیص و ترجمہ بہ زبان انگریزی: دکتر وقار الحسن صدیقی، (رام پور رضا لائبریری، رام پور، ۲۰۰۳ء)

۲۵۔ نور جہاں جہانگیر کے ساتھ اس کی شکار گاہ میں بھی جاتی تھی، گیارہویں سال جلوس (۱۰۲۶ھ ۱۶۱۶ء) میں اس نے ایک قریشہ مارا۔ اتنا بڑا اور خوش رنگ قریشہ آج تک دیکھا نہیں گیا۔ توزک جہانگیری، ترجمہ، ص ۷۵۴؛ سچی کہانیاں، ص ۱۴۰۔۱۴۱)

''متھرا کے قریب کے جنگل میں کسی نے خبر دی کہ وہاں شیر موجود ہے، نور جہاں نے نہایت حیرت انگیز بہادری اور پھرتیلے پن سے اس کا شکار کیا، توزک جہانگیری؛ ابوالمعالی حضرت مولانا خلیقی دہلوی، :نور جہاں کا شکار، ادبستان، ص ۶۹۔۷۰)

۲۶۔ ''اپنے بارہویں سال جلوس میں (۷ ماہ اردیبہشت ۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷ء) جہانگیر شکار کھیلنے گیا، تو شکار گاہ میں اس کے ساتھ نور جہاں کے علاوہ اور بیگمات تھیں، شکار گاہ میں قراول چاروں شیروں کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے، جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ یہ چاروں شیر نظر آئے تو نور جہاں بیگم نے التماس کیا کہ اگر حکم ہو تو میں ان شیروں پر بندوق چلاوں، میں نے کہا: '' چنین باشد'' نور جہاں بیگم نے بندوق کی ایک ایک گولی سے دو شیر مارے اور بقیہ دو شیروں کے لیے چار بار بندوق چلائی۔۔۔ میں نے اس کے انعام میں نور جہاں بیگم کو ایک ہزار اشرفیاں نچھاور کیں، ہیرے کی پہنچیوں کا ایک جوڑا بھی دیا۔ جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی۔'' (توزک جہانگیری، بکوشش: محمد ہاشم، انتشارات بنیاد فرهنگ، تہران، ۱۳۵۹ھ، ص ۲۱۴؛ سچی کہانیاں، ص ۱۴۱؛ جہانگیر، نورالدین محمد، توزک جہانگیری، ترجمہ: اعجاز الحق قدوسی، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء ص ۵۸۲۔۵۸۳)

۲۷۔ سید سلیمان ندوی، خواتین اسلام کی بہادری، حیدرآباد دکن: اردو محل، معلم جاہی مارکیٹ، ۱۳۶۴ھ، ص ۳۲۔۳۳

۲۸۔ نقوش لاہور نمبر میں منشی محمد دین فوق نے '' معاصر لاہور'' کے ضمن میں نور جہاں کے احوال اور تاریخی شواہد و بیانات کی روشنی میں مقبرہ کی موجودہ حالت پر ایک مفصل مقالہ تحریر کیا ہے۔ رک: نقوش، فروری ۱۹۶۲ء، ص ۲۷۷۔۲۸۲

۲۹۔ تاریخ لاہور، کنہیالال ہندی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۳۴۰